

مسائل اربعہ

افضوں کے بعد نما، جبر الویوں پر سح
مذہبوں کی نمازیں فرق، نیکے سہ نماز پڑھنا،

غیر متعین علمائے عرب کی نظر میں

حسب ارشاد
محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

مرتب

پیر حنیف سید مشتاق علی شاہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ، گوبند گڑھ، گوجرانوالہ

مسئلہ ۱ فرض نماز کے بعد دُعا مانگنا

آج کل غیر مقلدین نے یہ مسئلہ شروع کیا جو اسے کہ فرض نماز کے بعد دُعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔ حالانکہ خود غیر مقلدین کے شیخ الکمل فی الکمل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۳۲۹ھ فرائض کے بعد دُعا مانگنے کے قائل تھے۔ ہم یہاں پر ان کے چار فتوے فتاویٰ نذیریہ میں سے بحسنہ نقل کرتے ہیں۔ سید محمد نذیر حسین دہلوی کے علاوہ محمد عبدالسلام، محمد ابوالحسن، حفیظ اللہ، سید شریف حسین، محمد عبدالرب، سید احمد حسن وغیرہ بھی نذیر حسین کیساتھ ہیں۔

فتویٰ نمبر ۱

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا درست ہے یا نہیں ؟ بٹینوا تو جروا۔

الجواب : ہاتھ اٹھا کر بعد نماز فرض کے دُعا مانگنا درست ہے، کتاب عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی میں ہے :

حدثني احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحق يعقوب بن

مخالد بن يزيد الباسي حدثنا عبد العزيز بن عبد الرحمن

القرشي عن خصيف عن انس عن النبي صلى الله عليه

وآلہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی ہر نماز کے بعد اپنے ہاتھ پھیلائے

وسلم انه قال ما من عبد يسط كفيه في دين كل صلوة
ثم يقول اللهم الهی والہ ابراہیم واسحق و یعقوب والہ
جبریل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی
مضطرب وقصصنی فی دینی فانی مبتلی وتعالی برحمتک فانی
مذنب وتنقی عن الفقر فانی متمسک ان کان حقاً علی اللہ
عز وجل ان لا یرید ید یدہ خائبین۔

یعنی: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلائے، پھر کہے اللھم الہی والہ ابراہیم... الخ تو اللہ تعالیٰ اسکے دونوں ہاتھوں کو ناسر اور نہیں پھیرتا ہے، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا درست ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی عبدالعزیز بن عبد الرحمن اگر مشکوٰۃ ہے جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں مذکور ہے لیکن اس کا تسلیم فیہ ہونا ثبوت جواز و استحباب کے منافی نہیں۔ کیونکہ حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو استحباب و جواز ثابت ہوتا ہے۔ قال فی فتح القدیر فی المجتہدین والاحتیاط بالضعیف غیر الموضوع۔ انتہی۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے : قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی، حدثنا ابو معمر المقرئ اور کہے، اسے میرے خدا اور ابراہیم، اسحق، یعقوب کے خدا اور جبریل اور میکائیل اور اسرافیل کے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، تو میری دُعا کو قبول فرما، میں بے قرار ہوں تو میرے دین کو محفوظ رکھ، میں مبتلا ہوں، مجھے اپنی رحمت میں سے لے میں گنہگار ہوں ہم سے فکر دور کر دے، میں سکیں ہوں تو اللہ پر حق ہے کہ اسکے ہاتھوں کو غالی نہ ٹھائے۔ لہ ضعیف حدیث سے استحباب ثابت ہو جاتا ہے۔

حدیثی عید اوارثا حدثنا علی بن زید عن سعید بن الیاس عن
ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يده بعد ما سلم
وهو مستقبل القبلة فقال اللهم خلاص الوليد بن الوليد وعياش بن
ابی ربيعة وسلمة بن هشام وضعفاه المسلمين الذين لا يستطيعون
حيلة ولا يهتدون سبيلا من ايدي الكفار ذكرهم الحافظ ابن كثير
في تفسير اياته الا المستضعفين من الرجال والنساء والولدان
لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا - يعني حضرت ابو هريرة رضی اللہ
عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام پھیرنے کے
اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور آپ قبلہ رو تھے پس کہا اللہم خلاص الوليد بن
الوليد... الخ -

اس حدیث کے راویوں میں علی بن زید ہے جس کو حافظ ابن حجر نے تقریب
میں ضعیف کہا ہے، لیکن اس کا ضعیف ہونا ثبوت جواز استحباب کے منافی
نہیں ہے۔ کما مر بمصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: عن الاسود بن
عامر عن ابيه قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم
الفجر فلما سلما انحرف ورفع يديه ودعا الحمد لله - یعنی عامر
رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی
نماز پڑھی، پس جب آپ نے سلام پھیرا، تو قبلہ کی طرف سے منحرف ہوئے
لے حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے
بعد قبلہ رخ بیٹھے، کئے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ ولید بن ولید اور عیاش
بن ربیعہ اور سلمہ بن ہشام اور کنز و مسلمانوں کو نجات دے جو کسی حیلہ کی طاقت نہیں رکھتے
اور کفار کے ہاتھ سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتے۔

اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا کی۔
ان احادیث سے بعد نماز فرض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قولاً وفعلاً آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العاجز عین الدین عفی عنہ۔
فتاویٰ نذیریہ ۵۶۵

سید محمد نذیر حسین

فتویٰ نمبر ۲

سوال: نماز فرض کے بعد دعا کے لیے رفع الیدین ہے یا نہیں؟
بیشوا توجروا۔

الجواب: رفع الیدین بعد نماز فرض بعض احادیث ضعیفہ سے ثابت
ہے۔ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من عید بسط
کفیه دین کل صلوة یقول اللهم الهی والہ ابراہیم۔ الحدیث
رواہ ابن السنی فی کتابہ عمل الیوم واللیلۃ۔

وعن الاسود العامری عن ابيه قال صليت مع رسول الله
صلى الله عليه وسلم الفجر - فلما سلما انصرف ورفع يديه ودعا
الحمد لله - رواه ابو بكر بن ابی شیبہ فی مصنفہ۔

حررہ عبدالرحیم عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ ۵۶۵

فتویٰ نمبر ۳

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
لے قولہ: بعض احادیث ضعیفہ... الخ۔ اقوال: بعض احادیث
ضعیفہ بھی ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔ ۱۲۔ (الوسیعہ محمد شرف الدین)۔

بعد نماز قرائت کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے یا برعکس؟ زید کہتا ہے
کہ بعد نماز قرائت کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے۔ بیوا تو بھرا،
الجواب: صاحب فہم پر مخفی نہ رہے کہ بعد نماز قرائت کے ہاتھ اٹھا کر دعا
مانگنا جائز و مستحب ہے اور زید غلطی ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ما من عبد
یسط کفیه فی دبر کل صلوة ثم یقول اللھم اللھم واللہ جبریل
ومیکائیل واسرافیل استلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و
تقصمتی فی دینی فانی مدتل و تنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی
الفقر فانی متمسک بالاکان حقاً علی اللہ عز وجل ان لا یرد
ید یدہ خائبین۔ رواہ الحافظ ابویوسف بن السنی۔

عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم الفجی فلما سلم انصرف ورفع یدیه ودعا... الخ۔ رواہ
الحافظ ابویوسف بن ابی شیبہ فی مصنفہ۔ اور حافظ جلال الدین نے اپنی
لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی نماز کے بعد اپنے ہاتھ پھیل کر کے اسے میرے
اور جبریل اور میکائیل اور اسرافیل کے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دعا کو قبول
فرما۔ میں بے قرار ہوں میرے دین کو محفوظ رکھو میں نیتوں میں مبتلا ہوں مجھے اپنی رحمت
میں سے لے لے میں گناہ گار ہوں، میرے فقر کو دور کر دے، میں مسکین ہوں، تو اللہ تعالیٰ
پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو نہاں نہ لوٹائے۔ عت اسکی سند میں عبدالعزیز بن عبد الرحمن
قرشی ضیف ہے۔ ۱۲ (ابوسعید محمد شرف الدین) لے اسود عامری کے باب کہتے ہیں کہ
میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ جب آپ نے سلام
پھیرا تو رخ ہماری طرف کیا، اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔ ۱۳

کتاب فض الدعا فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء میں روایت کیلئے محمد بن یحییٰ
اسلمی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھاتے تھے اپنے ہاتھ کو دعا میں
مگر جب کہ فارغ ہوتے نماز سے اور کہا ہے اس حدیث کے راوی جتنے ہیں
سب ثقہ ہیں: عن محمد بن یحییٰ الاسلمی قال رأیت عبد اللہ بن
زبیر ورأی رجلاً رافعا یدیه قبل ان یفرغ من صلواتہ فلما
فرغ منها قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع
یدیه حتی یفرغ من صلواتہ ورجالہ ثقات یہ اور نیز ابوداؤد میں ہے
لہ عبد اللہ بن زبیر نے ایک آدمی کو دیکھا اس نے پوری نماز پڑھنے سے پہلے
ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز
سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ عہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث
کو صاحب مجمع الزوائد نے بھی نقل کیا ہے۔ حیث قال عن محمد بن ابی یحییٰ
قال رأیت عبد اللہ بن الزبیر ورأی رجلاً رافعا یدیه یدعو قبل
ان یفرغ من صلواتہ فلما فرغ منها قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلواتہ۔ رواہ الضحیرانی
و ترجمہ فقہ محمد بن یحییٰ الاسلمی عن عبد اللہ بن الزبیر
ورجالہ ثقات... انتہی۔ مجمع الزوائد قلمی ۳/۳۳۳ کتاب الادعیۃ
باب ما جاء فی الاشارة فی الدعاء ورفع الیدین۔ وعن علی
رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتہم
الصبح فافزعوا الی الدعاء ویاکروا فی طلب الخراج اللھم بارک
لامتی فی بکورھا... انتہی۔ اس حدیث کو علی متقی نے کنز العمال میں
میں صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ وعن ابی بکر
(بانی مائتہ اچھے صفوی)

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب سوال کرو اللہ تعالیٰ سے تو سوال کرو بطون
کف اپنے کے ساتھ، اور نہ سوال کرو اس سے ساتھ ظہور کف اپنے کے : عت
مالث بن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سالت اللہ
فاسئلہ ببطون اکفکم ولا تسئلوا بظہورہا وفي رواية ابن عباس قال
سلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوا بظہورہا فاذا فرغتم فامسحوا
بہا وجہہ عی رواہ ابو داؤد . اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب ہاتھ دعا میں اٹھاتے تو نہیں چھوڑتے تھے یہاں تک کہ
مسح کرتے اپنے منہ کو : عن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
وسلم اذا رفع یدہ فی الدعاء لم یحطہما حتی یمسح بہما وجہہ
رواہ الترمذی اور نیز مشکوٰۃ کے میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ جب بندہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو اللہ شرم کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی
بقیہ فیہ منہ کثرۃ : رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سلوا
اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوا بظہورہا . رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجاۃ
ریال الصحیح غین عمار بن خالد الواسطی وہو ثقة مجمع الزوائد ۳۳۳،
کنز العمال ۱۶۷، فضائل دعا ۱۷۸ وفي رواية ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعا
عند ابن ماجہ اذا دعوت اللہ فادع ببطون کفک . الخ . حاصل ان حدیثوں کا
یہ ہے کہ آپ نے فرمایا، صبح کی نماز کے بعد یعنی فرض نماز کے بعد دعا مانگو اور جب دعا مانگو تو
ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو نتیجہ یہ ہوا کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو، وہو المدعی،
واللہ اعلم . ابو سعید محمد شرف الدین مصحح فتاویٰ ہذا .

نہ ضعیف، عمدہ سندہ ضعیف، واخرجه ايضا الطبرانی في الكبير في المستدرک
عن ابن عباس مرفوعا کنز العمال . ابو سعید محمد شرف الدین عہ اخرجه ايضا الحاكم
في المستدرک وقال الترمذی صحیح غریب . ابو سعید محمد شرف الدین :

پھر دے : عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
ربکم حی کریم یستجی عن عبدہ اذا رفع یدہ ان یرد ہما صفرا .
رواہ الترمذی و ابو داؤد والبیہقی فی الدعوات الکبیر .

علاوہ اس کے دعائیں ہاتھ اٹھانا شریعت میں قبلنا سے بھی ثابت ہے ۔
چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ کو چھوڑ چلے،
پھر جب کہ ثنیہ کے پاس پہنچے تو قبلہ کی طرف منہ پھیر کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی، امام
نوی صاحب عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں : ہذا
حدیث مشتمل علی کثیر من الفوائد ومنها استحباب رفع الیدین فی
الدعاء انتہی ۔ اور ادب المفرد کے ص ۸۹ میں ہے : یحییٰ عن عائشہ
انہ سمعہ منہا انہا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعور رافعا
یدہ یقول اللہم انما انا بشر فلا تقبلی ایما رجل من المومنین اذ دعا
و عن ابی ہریرۃ قال قدم الطفیل بن عمرو الدوسی علی رسول اللہ

لہ یہ حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اس سے دعائیں ہاتھ اٹھانے کا استحباب معلوم ہوتا ہے
لہ حضرت عائشہ نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے دیکھا آپ
کہہ رہے تھے اے اللہ میں بھی ایک آدمی ہوں اگر میں نے کسی مومن کو کوئی تکلیف دی ہو، یا
کوئی سخت کلامی کی ہو تو مجھے معاف کر دینا ۔ لہ طفیل بن عمرو دوسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول دوس نے نافرمانی کی اور دین حق کا انکار کیا، آپ ان پر
بدعا کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے ہاتھ اٹھائے لوگوں نے سمجھا کہ
آپ ان پر بدعا کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو سیرک پاس لا۔ عہ اخرجه ايضا
احمد وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والمحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین
الترغیب والترہیب وکنز العمال ابو سعید محمد شرف الدین :

صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انت دوسا عصمت دایت
فادع اللہ علیہا فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القبلة ورفع
یدیه فظن الناس انه یدعو علیہم فقال اللہم اھد دوسا وائت
بھم۔ پس ان احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا
کے دُعا مانگتے تھے اور دُعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون طریقہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
حررہ محمد عبدالغفور عقی عندہ۔

سید محمد نذیر حسین ۱۳۸۱
سید محمد عبدالسلام غفرلہ ۱۳۹۹

سید محمد ابوالحسن ۱۳۹۵

فتاویٰ نذیریہ ۵۶۹

فتویٰ نمبر ۲

مسئلہ : چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ کہ رفع یدین
در دعائے کہ بعد از اے نماز کردہ می شود چنانکہ معمول اکثر دیار است از احادیث
قولیہ یا فعلیہ ثابت است یا نہ ہر چند کہ فقہار این راستحس می نویسند و احادیث در مطلق
رفع یدین در دعائے زوار و اند لیکن دریں خصوص ہم حدیثے وارد است یا نہ۔ بنیوا
توجروا۔

ہو المصوب : دریں خصوص نیز حدیثے وارد است چنانچہ حافظ البکر احمد
بن اسحق بن السنی در کتاب تل ایوم والیلہ می نویسند۔ حدیثی احمد
لہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا جیسا کہ اس علاقہ
کے علماء کا دستور ہے کسی حدیث قولی یا فعلی سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگرچہ فقہاء
اس کو مستحسن کہتے ہیں اور دعائیں ہاتھ اٹھانے کے متعلق بھی احادیث میں آیا ہے
لیکن خصوصاً اس دُعا کے متعلق بھی کوئی حدیث ہے یا نہیں؟

لہ اس خصوص دُعا کے بارے میں بھی حدیث ہے۔ انس نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے تھے۔

بن الحسن حدیثنا ابواسحق یعقوب بن خالد بن یزید ابوالسی حدیثنا
عبد العزیز بن عبد الرحمن المقرئ عن خسیف عن اضر عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ما من عبد بسط کفیه فی دبر کل
صلوة ثم یقول اللہم الھی والہ ابراہیم واسحق و یعقوب والہ
جبرئیل و میکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی
مضطرب و تعصمتی فی دینی فانی مبتلی وقت لنی برحمتک فانی
مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسک الاکان حقاً علی اللہ عز و
جل ان لا یرج یدیه خائبین۔ اگر گفتہ شود کہ دو سند اس روایت عبد العزیز
بن عبد الرحمن است، و آن منکلم فیہ است۔ چنانچہ در میزان الاعتدال وغیرہ موضح
است گفتہ خواہد شد کہ حدیث ضعیف پرانے اثبات استحباب کافی است، چنانچہ
ابن ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نویسند۔ والا مستحب است بشجعت
بقراءتہ لمؤخرتہ؛ و سلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو آدمی ہر نماز کے بعد اپنے
ہاتھ پھیلا کر یہ دعا کرے اسے میرے اور ابراہیم واسحق و یعقوب کے خدا، اسے جبرئیل میکائیل
اسرافیل کے خدا میں اپنی دعا کی قبولیت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، میں بے شک
ہوں، میرے دین کو محفوظ رکھ میں گناہگار ہوں مجھے اپنی رحمت سے دُعا پے میں
مسکین ہوں، میرا فقر دور کر دے تو اللہ پر حق ہے کہ اس کو خالی ہاتھ نہ فرمائے۔

اگر اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اسکی سند میں عبد العزیز بن عبد الرحمن منکلم فیہ
ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ استحباب کے ثبوت کے لیے ضعیف حدیث بھی کافی ہے چنانچہ ابن النما نے
فتح القدیر کتاب الجنائز میں اسکی تصریح کی ہے اسود عامری اپنے باپ کی روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کی نماز
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی آپ نے سلام پھیرا اور رخ ہماری طرف کیا اپنے ہاتھ اٹھائے اور دُعا
مانگی تو معلوم ہوا کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے واللہ اعلم

بالضعیف غیر الموضوع - واللہ اعلم -

حررہ الراجی عفورہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ

عن ذنبہ الحلی والخفی -

سید محمد نذیر حسین ابوالحسنات محمد عبدالحی حسبننا حفیظ اللہ

الجواب صحیح والرای نجیح - ویؤیدہ مارواه ابوبکر بن ابی شیبہ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما انخرف رفع یدیه ودعا الحدیث فثبت بعد الصلوة المفروضة رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء واسوة الاتقیاء صلی اللہ علیہ وسلم کمالا یخفی علی العلماء الذکاء -

حررہ الشید شریف حسین عفا اللہ عنہ فی الدارین

سید شریف حسین سید محمد نذیر حسین حسبننا حفیظ اللہ

محمد عبدالباق سید احمد حسن فتاویٰ نذیریہ مدینہ

مسئلہ نمبر ۲، جوابوں پر مسیح کرنا

موجودہ دور کے غیر مقلدین کا عمل اور فتویٰ یہ ہے کہ ہر قسم کی جوابوں پر مسیح کرنا جائز ہے۔ حالانکہ بات نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحیح ہر جہ پر مرفوع حدیث سے۔ بلکہ خود مولانا سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کا فتویٰ بھی موجودہ غیر مقلدین کے خلاف ہے۔ ہم یہاں پر فتاویٰ نذیریہ سے وہ فتویٰ نقل کرتے ہیں۔ یہ فتویٰ اصل عربی زبان میں ہے اور فتویٰ کے نیچے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہوا ہے۔ یہاں پر صرف اردو ترجمہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اونٹنی یا سوتلی جرابوں پر مسیح جائز ہے یا نہیں؟ یہ تو معلوم ہے کہ جوابوں پر مسیح کرنے کی حدیث ضعیف ہے اور امام ترمذی نے جو اس کو صحیح کہا ہے محدثین نے اسے قبول نہیں کیا اور اگر موزوں کے مسیح پر اس کو علت مشترکہ کی بنا پر قیاس کیا جائے تو اس سے فرض غسل جو قرآن سے ثابت ہے ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ اور ان کے جواب کے لیے سوطا ہونے اور پانی کے نفوذ نہ کرنے کی قید لگائی ہے، تو کیا اس سے زیادہ کسی اور علت کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا اول کا دھونا فرض ہے اور موزے پر مسیح رخصت ہے۔ کیا رخصت شرعیہ شارع کے بیان پر موقوف ہے یا نہیں؟ جواب تفصل عنایت فرمائیں۔

الجواب: مذکورہ جوابوں پر مسیح جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں۔ استدلال تین چیزوں سے کیا گیا ہے۔ حدیث مرفوع، فعل صحابہ اور قیاس۔ حدیث مرفوع قوفہ ہے جس کو ترمذی نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھونکيا اور جواب اور جوتے پر مسیح کیا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کے استدلال صحیح نہیں ہے۔ عبد الرحمن بن ہدی یہ حدیث روایت نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ مغیرہ سے مشہور روایت موزے پر مسیح کرنے کی ہے۔ ابوموسیٰ اشعری نے بھی جواب پر مسیح کرنے کی روایت نقل کی ہے لیکن اس کی سند متصل نہیں۔ امام مسلم نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ سے جتنے لوگوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے انہوں نے موزے پر مسیح بیان کیا ہے۔ صرف قیس اودی اور ہذیل بن شریبیل نے جواب کا لفظ بیان کیا ہے لیکن یہ دوسرے راویوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ عبد الرحمن بن ہدی نے سفیان ثوری سے کہا کہ اگر آپ مجھے ابوقیس

عن ہذیل کی حدیث سنائیں تو میں اس کو آپ سے قبول نہیں کروں گا۔ سفیان نے
نے کہا وہ حدیث واقعی ضعیف ہے۔ علی بن مدینی نے کہا حضرت مغیرہ کی حدیث کو
مدینہ، کوفہ اور بصرہ والوں نے روایت کیا ہے اسب موزہ کا ذکر کرتے ہیں صرف
ابوقیس جراب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مہتمی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اس کو سفیان بخاری
اور عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، امام مسلم نے ضعیف
کہا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابن دقیق العید نے اس کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے اور
کہا ہے کہ ابوقیس کی روایت دوسروں کے مخالف نہیں ہے کیونکہ وہ تو ایک
امر زائد بیان کر رہے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس روایت کے یہ الفاظ ہوتے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم موزوں پر اور جرابوں اور جوتی پر مسح کیا تو ایک امر زائد تھا۔ لیکن اس نے
تو موزے کے بجائے جراب اور جوتی کا ذکر کیا ہے تو یہ امر زائد نہیں ہے بلکہ
ثقات کی مخالفت ہے۔ باقی رہا ترمذی کا اس کو حسن صحیح کہنا تو امام نووی نے
کہا کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے ان میں سے ہر ایک امام ترمذی
سے مقدم ہے اور پھر یہ اصول بھی ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ لفظ جراب مختلف المفہوم ہے۔ موزے کے اوپر جو لٹا ہوا پہنا
جاتا ہے اس کو جربوق کہتے ہیں اور جربوق پر جو پہنا جاتا ہے اس کو جراب کہتے ہیں
تو ممکن ہے جراب سے چمڑے کا وہ لٹا ہوا جربوق پر پہنا جاتا ہے، تو
میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل تو ہماری ہوگی نہ کہ تمہاری اور پھر یہ بھی خیال کرنا چاہیے
کہ جراب پر مسح کرنے والوں کا مقصد تو یہ ہے کہ صرف جراب پر مسح کرنا جائز ہے
حالانکہ اس حدیث میں جراب اور جوتی پر مسح کا ذکر ہے یعنی جراب کے اوپر جوتی

پہنے ہوئے آپ نے مسح کیا، صرف جراب پر مسح نہیں کیا۔

یہاں ایک اور خدشہ بھی ہے کہ جراب سوتی بھی ہوتی ہے اور اونی بھی،
موتی بھی اور باریک بھی اور وہ بھی جس کے نیچے چمڑا لٹکا ہوتا ہے تو جب تک کسی
خاص لفظ سے پتہ نہ چلے کہ وہ جراب جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا وہ
چمڑے والی نہ تھی تب تک مقصود مجوزین ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ چمڑے والی جراب
تو موزہ ہی کے حکم میں ہے اگر کہا جائے کہ دوسری جراب کا بھی احتمال تو ہے تو میں
کہتا ہوں کہ اس میں جب صراحت نہیں ہے تو نفس مطمئن نہیں ہو سکتا اور حضور نے
فرمایا ہے: "شک والی چیز کو ترک کر دو۔"

باقی رہا صحابہ کرام کا عمل تو ان سے مسح جراب ثابت ہے اور تیرہ صحابہ کرام کے
نام صراحت سے معلوم ہیں کہ وہ جراب پر مسح کیا کرتے تھے، یعنی حضرت علیؓ، عمارؓ،
ابو مسعود انصاریؓ، انسؓ، ابن عمرؓ، برابر بن عازبؓ، حضرت بلالؓ، عبداللہ بن
ابی اوقافؓ، سہل بن سعدؓ، ابوامامہؓ، عمرو بن حریثؓ، عمرو بن عباسؓ اگر حدیث
مرفوعہ کے بجائے ان کے عمل سے استدلال کیا جائے تو یہ اس سے بہتر ہے لیکن
ان کے عمل میں ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ فعل ایک ایسا کام ہے جس
میں اجتہاد کو دخل ہے اور جس میں اجتہاد کو دخل ہو صحابی کا وہ فعل مرفوع حکم
نہیں کھلا سکتا۔

باقی رہا قیاس کا مسئلہ کہ جب موزہ پر مسح جائز ہے تو قیاساً جراب پر بھی
جائز ہونا چاہیے کیونکہ ان دونوں میں کوئی فرق مؤثر نہیں ہے۔ اس پر شبہ
یہ ہے کہ اگر مسح موزہ کی کوئی علت مخصوص ہوتی تو اس علت کی بناء پر جراب کے
مسح کو اس پر قیاس کر لیا جاتا لیکن یہاں کوئی علت مخصوص نہیں ہے ممکن ہے ہم
کوئی اور علت سمجھیں اور حقیقت میں کوئی اور ہو۔ اگر سوال کیا جائے کہ صحابہ کی

شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریں تو آخر کسی دلیل کی بنا پر ہی صحابہؓ نے جواب پر مسح کیا ہوگا، اگرچہ وہ ہم کو معلوم نہیں تو ہم بھی اسی وجہ سے مسح کر لیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صحابہؓ سے کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ کہاں ہے کیسی ہے؟ جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے ہم قرآن اور متواتر حدیث کے مضمون کو کیوں چھوڑیں اور اگر صحابہؓ کے فعل سے استدلال کیا جائے تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے اور پھر یہ بھی تو معلوم نہیں کہ صحابہؓ کون سی جواب پر مسح کیا کرتے تھے؟ جب تک ان تمام باتوں کی وضاحت نہ ہو جائے ہم کتاب اللہ کے مضمون کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ واللہ اعلم

سیّد محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ ج ۲۲ تا ۲۳

مسئلہ نمبر ۳ مرد، عورت کی نماز میں فرق

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ یہ بات نہ قرآن سے ثابت کر سکتے ہیں اور نہ کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے، صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ ہم اس مسئلہ کی تفصیل مجموعہ رسائل جلد اول حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی میں کر دی ہے۔ غیر مقلدین کے مشہور عالم دین حضرت مولانا داؤد غزنویؒ کے والد گرامی حضرت مولانا عبد الجبار غزنویؒ کا ایک فتویٰ فتاویٰ علماء حدیث سے بکنہ نقل کرتے ہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بعض مسائل میں مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے۔ اور خود غیر مقلدین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

سوال: عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہیے یا نہ؟ بینوا تو جروا۔
الجواب وهو الموفق للصواب: اور اؤد اپنے مراسیل میں اور بیہقی سنن کبریٰ میں زید بن ابی حبیب سے مسئلہ روایت کرتے ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سوا امرأتین فصلیان فقال اذا سجدت فما فضما بعض اللحد الى الارض وان المرأة ليست في ذلك كالرجل واخرج البيهقي سرفوعا اذا سجدت المرأة الصقت بطنها فخذها كاسترها يكون لها اوراسی پر تعامل اہل سنت مذہب اربعہ وغیرہ سے چلا آیا ہے۔

حافظ ابن القیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں: ولہذا اشرح فی حق الاناث من الستن والخضما لا یشرع مثله للذكور فی اللباس وارتداء الذیل شبرا او اکثر وجمع نفسہا فی الركوع والسجود ورون النجافی۔ شرح وقایہ و ہدایہ وغیرہ کتب حنفیہ میں لکھا ہے: والمرأة تتحفظ فی السجود وتلحق بطنها بفخذیہا۔ ابن ابی زید مالکیؒ نے اپنے رسالہ میں جو مذہب امام مالکؒ میں ستون معتبرہ سے ہے لکھتے ہیں: وہی (ای المرأة) لہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہے تھیں تو آپؐ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو سمٹ کر سجدہ کرو کیونکہ عورت اس فعل میں آدمی کی طرح پر نہیں ہے اور بیہقی نے مرفوعا بیان کیا ہے کہ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا لے اس میں زیادہ پردہ ہے۔ ۱۲ (اعلوی) ۱۷ عورتوں کے لیے (نماز میں) لباس کے ساتھ اور پلو ایک بالشت یا زیادہ چھوڑنے کے ساتھ پردہ کرنا اور اپنے بدن کو رکوع اور سجدہ میں اکٹھا کرنا اور چھکانا اس قدر مشروع ہے جو مردوں کے لیے اتنا نہیں۔ ۱۲ ۱۷ اور عورت سجدوں میں ٹھیک جائے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملا لے۔ ۱۲

۱۔ اور عورت صورت میں نماز مرد کی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ عورت سمٹ کر رہے
اور اپنے بازو اور رانوں کو کشادہ نہ کرے بلکہ اپنے سجدے اور بیٹھنے اور نماز کے
سب کاموں میں مل کر رہے۔ ۲۔ عورت اور مخنث (نماز) میں سمٹ کر رہیں۔ ۱۲۔ ۳۔ پس ہر ایک
عورت اور مخنث (نماز میں اپنے) بعض جسم کو بعض سے ملائے اگرچہ خلوت میں ہو۔ ظاہر ہی
ہے اس لیے کہ بعض جسم کو علیحدہ کرنے میں مردوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ ۱۲۔ ۴۔ عورت نماز
میں مرد کی طرح ہے مگر عورت اپنے جسم کو رکوع اور سجود اور تمام کے احوال میں اکٹھا کر کے رکھے
اور (بیٹھنے کے وقت) چوڑی مار کر بیٹھے یا اپنے دونوں پاؤں کو اپنی داہنی طرف نکال کر
بیٹھے اور یہ (کچلی صورت) بہتر ہے اس لیے کہ مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کا اکثر یہی طریقہ تھا اور
(در صورت مرد کے بیٹھنے کر امامہ عذرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ)

حرره عبد الجبار بن عبد الله الفزاري عفي الله عنهما

مسئلہ نمبر ۴ : شنگے سے نماز پڑھنا

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد کا فتویٰ

۲۔ ننگے سر نماز پڑھنی افضل ہے یا سر ڈھانک کر، اگر سر ڈھانک کر نماز پڑھنی افضل ہے تو اسکی دلیل پیش فرمائیے گا؟

(عبد اللہ خطیب جامع مسجد اہل حدیث ڈیرہ غازیخان)

۱۰ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں طرف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۵

الجواب : وباشد التوفیق : متذکرہ صدر سوال پر تین وجہ سے غور کیا جاسکتا ہے ۔ ۱۔ مطلق جواز اور اباحت کے لحاظ سے ، ۲۔ افضلیت یعنی آنحضرت اور صحابہ کے عام عمل کے لحاظ سے ، ۳۔ حرمت اور عدم جواز کے لحاظ سے ۔

نماز میں ستر معاظ (شرگاہ) کا ڈھانپنا بالاتفاق ضروری ہے ان میں سے اگر کوئی حصہ نکلا ہو تو نماز نہیں ہوگی اور ان اعضاء کا نکال رکھنا شرعاً حرام ہے ۔ ہنز بن حکیم سے مروی ہے : اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اَلَا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ (رواہ النسخۃ الاندلسی) بیوی اور مملوکہ کے سوا اعضاء ستر دیکھنے کا کسی موقع نہ دے ۔

شوکانی فرماتے ہیں : والمحق وجوب ستر العورة في جميع الاوقات الا وقت قضاء الحاجة واقضاء الرجل الى اهله ۔ ۵۱ (نیل الاوطار ص ۶۲)

حد ستر میں اہل علم مختلف ہیں جمہور مناف سے گھٹنے تک ڈھکنا ضروری سمجھتے ہیں بعض صرف ران ڈھانپنا واجب سمجھتے ہیں ۔ امام احمد اور امام مالک سے ایک روایت میں آیا ہے : العورة القبل والدين ۔ (نیل الاوطار ص ۶۲) غرض ستر کی جو حد بھی اہل علم کے نزدیک ہے اگر اسے نکال رکھا جائے تو نماز نہیں ہوگی ۔ اعضاء ستر کو ویسے بھی نکال رکھنا درست نہیں ۔ نماز میں تو قطعاً حرام اور ناجائز ہو گا ۔ سرچونکہ بالاتفاق اعضاء ستر میں نہیں اس لیے اگر کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز بالاتفاق جائز ہوگی اس کے لیے نہ بحث کی ضرورت ہے نہ احادیث کی تطویل کی ضرورت ، جس طرح کوئی پنڈلی ، پیٹ ، پشت وغیرہ اعضاء ننگے ہوں تو نماز جائز ہے سر ننگے بھی درست ہے لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیے ۔ امام اگر نماز کے بعد پاؤں آسمان کی طرف کرے یا مقتدی کوئی ایسی حرکت کریں حدیث میں اس سے رکاوٹ ثابت نہیں ہوگی لیکن عقل مند ایسا کرنے سے

پرہیز کرے گا ۔ ننگے سر کی عادت بھی قریباً اسی نوعیت کی ہے ۔ جواز کے باوجود ایسی عادات عقل و فہم کے خلاف ہیں بخل مند اور متدین آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے ۔

آنحضرت ، صحابہ کرام اور اہل علم کا طریق وہی ہے جو اب تک مساجد میں متواتر اور معمول رہا ہے ۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت کا جواز ثابت ہو خصوصاً باجماعت فرائض میں بلکہ عادت مبارک یہی تھی کہ پورے لباس سے نماز ادا فرماتے تھے ۔

امام بخاری فرماتے ہیں : باب وجوب الصلوة في الثياب وقول الله تعالى : خُذْ زِينَتَكَ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَمِنْ صَلَاتِكَ مَلْتَحِفًا فِي قُبُورٍ وَاحِدَةٍ وَ يَذْكُرُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَكَ بَشْرُكَ ۔ (صحیح بخاری مع فتح مطبوع مصر ص ۳۱) امام بخاری کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زینت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اعضاء ستر ڈھانپنے کے علاوہ اچھے کپڑوں میں ادا کی جائے ۔ عام ذہن کے لوگوں کو اس قسم کی احادیث سے غلطی لگی ہے کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کی جائے تو سر نکال رہے گا ، حالانکہ ایک کپڑے کو اگر پوری طرح لپیٹا جائے تو سر ڈھکا جاسکتا ہے ۔

اس مضمون کی احادیث ائمہ بانی ، ابوہریرہ ، جابر بن عبد اللہ ، سلمہ بن اکوع ، عمر بن ابی سلمہ ، طلحہ بن علی وغیرہ سے صحیح بخاری ، سنن ابی داؤد وغیرہ دوادین سنت میں موجود ہیں لیکن کسی میں سر نکال رکھنے کا ذکر نہیں خصوصاً جس میں عادت اور کثرت عمل ثابت ہو ، پھر احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صورت یا تو صرف اظہار جواز کے لیے ہے ، یا کپڑوں کی کم یا بی کی وجہ سے ۔ ان حالات سے جواز یا اباحت تو ثابت ہو سکتی ہے سنت یا استحباب ظاہر نہیں ہوتا ۔ حضرت ابوہریرہ

کی روایت میں ہے: او کلکم ثوبان۔ (ابوداؤد ۲۱۸۱) طلق کی روایت میں ہے او کلکم
یجد ثوبین۔ (ابوداؤد ۲۱۸۲) کیا سب کو دو کپڑے میسر آسکتے ہیں؟
حضرت عمرؓ کے اثر میں مزید تفصیل ملتی ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں قام رجل الى
النبي صلى الله عليه وسلم فسأله عن الصلوة في الثوب الواحد فقال او كلكم
يجد ثوبين. ثم سئل رجل عمر فقال اذا وسع الله فاعسعو جمع رجل عليه
ثيابه صلى رجل في ازار و رداء في ازار و قميص في ازار و ثياب في سراويل
و رداء في سراويل و قميص في سراويل و ثياب في ثياب و ثياب في ثياب و
قميص قال واحسبه في ثياب و رداء۔ (صحیح بخاری ۲۱۸۱) حضرت عمرؓ سے ایک آدمی
نے ایک کپڑے میں نماز کے متعلق دریافت کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ وسعت
دے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حسب استطاعت
نماز میں لباس کی مختلف قسموں کا ذکر فرمایا۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد حکم ہوا صرف غیر اس میں
کپڑوں کی قلت اور عدم استطاعت سرحد سمجھ میں آتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر گھر سے
کپڑے میسر ہو سکیں اور کوئی مانع نہ ہو تو تکلف سے مسکنت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ ابن ہبیر
فرماتے ہیں: الصحيح انه كلام في معنى الشرط كانه قال ان جمع رجل عليه
ثيابه فحسن۔ ۱۵۔ (فتح ۲۱۸۱) اگر ایک سے زائد کپڑے نماز میں استعمال کرے تو بہتر ہے
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وفي هذا الحديث دليل على وجوب الصلوة
في الثياب لعافيه من ان لا تقتصر على الثوب الواحد كان لصيق الحال
وفيه ان الصلوة في الثوبين افضل من الثوب الواحد وصرح القاضی عیاض
بنفی الخلاف فی ذلک۔ ۱۵۔ (فتح الباری ۲۱۸۱) اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ اگر مستطیع
کے لیے زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ ایک کپڑے کی اجازت صرف ضیق کی
وجہ سے تھی اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نماز میں دو کپڑے استعمال کرنا افضل ہے غرض کہ حدیث
سے بھی بلا قدر سننے سے نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں محض بے عملی یا بے عملی یا کسی کی
وجہ سے یہ رواج پڑھ رہا ہے بلکہ جملہ تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ۔
اسکی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ابن عمرؓ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

ذکر فرماتے ہیں۔ اذا صلى احدكم فليأتن روليتنه۔ ۱۵۔ (سنن الکبریٰ ۲۱۸۱) نافع فرماتے
ہیں عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: اذا صلى احدكم فليلبس ثوبيه فان الله
عز وجل احق ان يرين له۔ ۱۵۔ (سنن الکبریٰ) نافع فرماتے ہیں عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے
فرمایا نماز دو کپڑوں میں پڑھو۔ اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔
نافع فرماتے ہیں کہ ایک دن اونٹوں کی گھاس کے سلسلہ میں نماز سے پیچھے رہ گیا،
عبد اللہ بن عمرؓ اسے تو نہیں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے
فرمایا کیا تمھارے پاس دو کپڑے نہیں؟ میں نے عرض کیا وہی موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا:
اربيت لو بشتك الى بعض اهل المدينة اكنت تذهب في ثوب واحد قلت
لا۔ قال واللہ احق ان يتجمل له؟ الخ۔ (بیہقی ۲۱۸۱) اگر میں مدینہ میں کسی کے پاس
تمھیں بھیجتا تو تم ایک کپڑے میں جاتے: میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اللہ کی بارگاہ میں
زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ ان احادیث میں سر ڈھانپنے کی صراحت نہیں،
لیکن دو کپڑوں سے سر ڈھانپنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ کپڑا موجود ہو تو سر نکالے نماز
ادا کرنا یا ضد سے ہو گا یا قلت عقل سے۔ نیز یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھے کپڑوں کے ساتھ
بجمل سے نماز پڑھنا مستحب اور مسنون ہے۔ آیت خذُوا زِينَتَكُمْ کے مضمون
بھی اسی سے وضاحت ہو جاتی ہے۔

ابوداؤد میں ایک اثر ہے جس سے شاید کوئی کم سواد آدمی استدلال کرے حدیثا
عبد اللہ بن محمد الزہری ثنا سفیان بن عیینہ قال رأیت شربکاً صلی بنا
فی جنازة العصر فوضع قلبه بين يديه يعني في فريضة۔ (ابوداؤد ۲۱۸۱) صحیح
یعنی شربک نے فرمنوں کی نماز بوقت عصر ٹوٹی اتار کر پڑھی اور ٹوٹی اپنے سامنے رکھی۔
۱۵۔ اول تو یہ نہ مرفوع حدیث ہے نہ کسی صحابی کا اثر۔ دوم معلوم نہیں یہ شربک کون
بزرگ ہیں۔ شربک بن عبد اللہ مخفی تابعی ہیں یا شربک بن عبد اللہ بن ابی مخرتا بھی۔
ان دونوں میں کم و بیش ضعف ہے لیکن یہ ان کا عمل ہے جو کسی طرح بھی قابل حجت
نہیں۔ سوم امام ابوداؤد نے اسے باب الخط اذا لم يجد عصاً میں ذکر فرمایا ہے جس
سے ظاہر ہے کہ یہاں ضرورتاً سر نکار کھا گیا ہے کیونکہ جب انھیں سترہ کے لیے کوئی چیز

مطلی تو انھوں نے سترہ کا کام ٹوپی سے لے لیا۔ ضرورت اور عذر سے سرنگار کھائے
تو اس میں بحث نہیں۔ بحث اس میں ہے کہ فیشن اور عادت کے طور پر نماز میں سرنگار کھنا
کہاں تک درست ہے؟ حافظ علی نے شرح بخاری میں مختلف مذاہب کے ذکر میں
تفصیل سے کام لیا ہے۔ ان کی بحث کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ ایک کپڑے میں درست ہے
لیکن جب وسعت ہو کپڑے سے سر آسکیں تو پھر ایک پر اقتصار تحسن نہیں جائز ابن قدامہ
مقدمی فرماتے ہیں: الفصل الثانی فی فضیلتہ و ہوانہ یصلی فی ثوبین او اکثر فائدہ
اذا بلغ فی المستیری عن عمر انہ قال اذا وسع اللہ فاوسعوا۔ (۱۱۱) مفتی
ابن قدامہ مع الشرح یعنی فضیلت اس میں ہے کہ دو یا دو سے زیادہ کپڑوں میں نماز ادا
کرے کیونکہ اس میں ستر اور پردہ زیادہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے جب اللہ تعالیٰ مال
میں وسعت فرمائیں تو آدمی کو وسعت سے کام لیتا چاہیے اس کے بعد تسمی کا قول ذکر
فرمایا ہے۔ الثوب الواحد یجزی والثوبان احسن والارباع اکمل قمیص و
سراویل و عمامۃ وازار۔ (۱۱۲) ابن قدامہ رحمہ اللہ ایک کپڑا جواز نماز کے لیے کافی
ہے دو کپڑے بہتر ہیں چار ہوں تو نماز اور کامل ہوگی قمیص، پاجامہ، پگڑی اور ازار
ان تمام گزارشات سے مقصد یہ ہے کہ سرنگار کھنے کی عادت اور بلا وجہ ایسا
کرنا اچھا فعل نہیں یہ عمل فیشن کے طور پر روز بروز بڑھ رہا ہے۔ یہ اور بھی نامناسب ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پگڑی کے متعلق تنحیک کا رواج تھا، یعنی
پگڑی کا ایک لپیٹ گردن کے نیچے سے باندھتے تھے آج کی عربی پگڑیاں اور ہماری پگڑیاں
اس وقت کی پگڑیوں سے وضع میں مختلف ہیں ایسی پگڑی کا اتارنا اور بھی مشکل معلوم ہوتا
ہے۔ وللمتفصیل وقت اخر۔

ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے اگر اس میں لطیف
سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ ضرورت اور
اضطرار کا باب اس سے الگ ہے۔ والسلام

(فتاویٰ علما حدیث ۲۸۶ ص ۳۱۹)

تمت بالخیر

ہماری مطبوعات

- | | |
|-----|---|
| 225 | 1..... امام ابو حنیفہ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> پر اعتراضات کے جوابات |
| 225 | 2..... فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات |
| 250 | 3..... حقائق الفقہ بجواب <small>ہدیۃ الفقہ</small> |
| 150 | 4..... آفتاب محمدی بجواب شیخ محمدی |
| 30 | 5..... سرور العینین فی تفسیرات العیدین |
| 30 | 6..... جرائد پر مسیح غیر مقلد علماء کی نظر میں |
| 30 | 7..... مسائل اربعہ غیر مقلد علماء کی نظر میں |
| 30 | 8..... نئے سر نماز غیر مقلد علماء کی نظر میں |
| 150 | 9..... علمائے اہل سنت کی تصنیفی خدمات |
| 225 | 10..... ترجمان احناف |
| 250 | 11..... تعارف فقہ |
| 90 | 12..... رکعات تراویح |
| 120 | 13..... نظام الاسلام یعنی ۲۵ مسائل |
| 600 | 14..... مجموعہ رسائل مولانا محمد امین اوکاڑوی ۴ جلدیں |
| 120 | 15..... مجموعہ رسائل مولانا رشید احمد گنگوہی |
| 5 | 16..... منزل |
| 100 | 17..... مجموعہ دعا کف |
| 12 | 18..... خاص خاص سورتیں اور ان کے فضائل |
| 30 | 19..... امام مرتضائی |
| 30 | 20..... شجرہ طریقت مع کتب تصوف کا تعارف |

ملنے کا پتہ

پیر جی کتب خانہ محلہ گوہنڈ گڑھی گلی نمبر ۸ مکان نمبر C/36 کالج روڈ گوجرانوالہ

فون نمبر: 055-4445401